عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ/ جون ۲۰۰۹ء

RegNo.P476

جلد:ھفتم

شمارہ:10

فہرست

فی شمارہ: -/15 روپے

سالانہ بدل اشتراک: -/180روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل: physiologist72@yahoo.com

mahanama_ghazali@yahoo.com <<<

saqipak99@gmail.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

ذِکر الٰھی (دوسری قسط)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

نسبت و لونِ تھانویہؒ :

حضرت والا رحمہٗ اللہ تعالیٰ مشائخ کے جس سلسلۃ الذہب کی سنہری کڑی تھے اُس میں ہندوستان میں رائج چاروں سلاسل چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ ایک ہی سلسلہ میں مجتمع ہو گئے تھے۔ حضرت والا رحمہٗ اللہ تعالیٰ کے مرشدِ روحانی، شیخ الکل حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ چاروں سلسلوں میں بیعت لیتے تھے لیکن اُن کی نسبتِ غالبہ چشتی ذوق وشوق اور نقشبندی وقار وسکون کا مجمع البحرین تھی۔ قادری اور سہروردی نسبتیں اپنے الوانِ مختلفہ اور اذواقِ طیبہ کے ساتھ اسی نسبتِ غالبہ میں مدغم ہو گئی تھیں۔ سلوک میں حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی عبقریت ومجددیت نے انہیں اپنا ایک خاص لون عطا فرمایا تھا جو اپنی جامعیت میں جملہ سلاسل کی نسبتوں کا خلاصہ تھا۔ آپ کی تجدیدی شان نے اذکار واوراد کے انتخاب کو بھی نیا رنگ اور رونق بخشی، جو اس عہد کے سالکین کے احوال کے عین مناسب تھے۔

تشخصِ سلیمانیؒ:

ہمارے حضرت والا قدس سرہٗ جب اس سلکِ عالی سے منسلک ہوئے تو شیخ میں ''فنائیت'' کے کمال کے ساتھ اپنے گوناگوں فضائل وکمالات کی بناپر ''مشیخت'' میں اپنی الیلی اور تربیت میں اجتہادی شان کو قائم رکھا۔ علم وفضل میں تمام عمر شبلی مرحوم سے عقیدت وتلمذ کے والہانہ رشتہ کو باقی رکھنے کے باوجود سید صاحبؒ کا اپنا ایک خاص تشخص تھا جو شبلی اور سلیمانؒ میں امتیاز پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت شیخِ کامل میں فنا ہو کر بھی اپنے کمالات وفضائل کی امتیازی حیثیت برقرار رکھ سکی۔ اس درازنفسی سے مدعا یہ ہے کہ حضرت والا قدس سرہٗ گو حضرت تھانوی رحمہٗ اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کے اذکار واوراد سے استفادہ وافادہ فرماتے رہے تاہم ایک شیخِ

کامل اور محقق مربی کی طرح اذکار و اشغال کی تلقین میں آپ نے اپنی اجتہادی صوابدید کو برقرار رکھا اور سالکین کو اُن کے حسبِ حال اذکار کی تلقین فرما کر اُن کا تعلق اللہ سبحانہٗ و تقدس سے جوڑتے رہے۔ اذکار کی مثال اغذیہ روحانی کی ہے، جیسے جسمانی غذائیں ہر انسان کی طبیعت اور مزاج کے مطابق ہی مفید ثابت ہوتی ہیں اور تولیدِ خون کا سبب بنتی ہیں اسی طرح اذکار بھی سالکین کے مزاج، استعداد اور قوتِ قلبی کے مطابق ہی فائدہ مند ثابت ہو کر روحانی فضائل و مزایا کا سبب بنتے ہیں۔ اذکار کا تنوع، تعداد اور قلت و کثرت سب سالک کی قوتِ طبعی و قلبی کو دیکھ کر متعین کی جاتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ایک شیخِ حاذق اور عطائی پیر میں فرق واضح ہو جاتا ہے اور حافظؔ کا یہ پُر حکمت شعر حقیقت بن کر سامنے آ جاتا ہے

؎ ہزار نکتۂ باریك تر زِ مو این جا است

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

ترجمہ: یہاں بال سے بھی زیادہ باریک ہزاروں نکتے ہیں۔ ہر کوئی جو سر منڈا دے ضروری نہیں ہے کہ قلندری جانتا ہو۔

غرض معمولاتِ ذکر کا تنوع (Variety)، کمی بیشی، اوقات کا تعین شیخِ کامل کی رہنمائی کے بغیر سالک کو گاہے (بعض اوقات) نقصان پہنچا سکتا ہے اور اُسے 'سالک' سے 'مجذوب' بلکہ 'مجنون' تک بنا سکتا ہے۔ حالانکہ بقول حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ ''اللہ تعالیٰ کا نام ہوش بڑھانے کے لئے لیا جاتا ہے نہ کہ ہوش اُڑانے کے لئے۔''

ہمارے حضرت والا رحمہٗ اللہ تعالیٰ حذاقتِ فن (فن کی مہارت)، مہارتِ طریق، دقتِ نظر، شفقت علی الطالبین و اشرافِ خواطر کے جس مقام پر فائز تھے اُس کا اندازہ حضرت والا رحمہٗ اللہ تعالیٰ کے تربیتی نہج اور تلقین کردہ اذکار کے ایک ایک حرف و شوشہ سے نمایاں ہے۔ آئندہ سطور میں اسی اجمال کی کچھ تفصیل ہے۔

اھمیتِ ذکر:

حضرت سید قدس سرہٗ ذکر کی اہمیت کی وضاحت فرماتے ہوئے ایک طالب کو ارقام فرماتے ہیں:

’’دو باتوں کا خاص لحاظ رکھا جائے، اول فرائض کی ادائیگی کا پورا پورا اہتمام دوم نوافلِ مسنونہ اور ’اذکار کی کثرت‘ ۔ان کے علاوہ ہر قسم کے گناہوں سے احتراز کا اہتمام رکھا جائے کہ دل میں تقویٰ کی کیفیت پیدا ہو۔‘‘

ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

’’ہمیشہ کے لئے یہی نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت نہ ہو، تہجد اور ذکر کا اہتمام رہے۔‘‘

ایک دوسرے مکتوب میں ہے:

’’تہجد اور ذکر یہ دونوں اس طریق کی ضروری چیزیں ہیں ان پر مداومت رکھئے۔‘‘

ایک پریشان حال طالب کو کس مشفقانہ انداز میں ذکر کی طرف متوجہ فرماتے ہیں:

’’زندگی میں چین کہاں؟ یوں ہی گزر جائے گی، چین کا انتظار کام میں نہ کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اطاعت میں لگے رہئے اور اسی طرح سے اپنے مشکلوں کے حل کے لئے دعا مانگا کیجئے وہی آپ کی سب مشکلوں کو حل فرمائیں گے۔ دل کو اللہ تعالیٰ ہی سے لگائے رہیے۔‘‘

ایک دوسرے طالب کو تلقین فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اطمینان ہوتا ہے۔ ذکر آپ زبان سے ہی کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ دل تک اثر کرے گا۔ ضروری اشتغال میں غفلت کا علاج وقتاً فوقتاً قلب کو اللہ تعالیٰ کی طرف مشغول کر لینا ہے۔‘‘

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

’’دل چاہے تو ذکر ضرور کیجئے، ذکرِ مفرد کیجئے (یعنی) ’’اللّٰہ، اللہ‘‘ دو تین ہزار بار۔ نماز پنجگانہ باجماعت، تلاوت، تہجد اور ذکر کا اہتمام چاہئے۔‘‘

ایک نوشادی شدہ طالب کو ارقام فرماتے ہیں:

’’شادی کے بعد آپ کی طبیعت میں جو سکون ہوا اس کو ذکرِ خدا اور فکرِ آخرت میں خرچ کیجئے۔ صرف یہ خیال رہے کہ بے دینوں کی صحبت سے احتراز ہونا چاہئے۔ ذکرِ الٰہی سے دل کو تازہ رکھا جائے اور اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھا جائے۔ اللہ تعالیٰ پابندی سے ذکر کی توفیق بخشیں۔ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَر. پس یادِ الٰہی سے غفلت نہ ہو، ذکر کا مقصود یہی ہے۔‘‘

ایک مسترشدِ خاص کو ارقام فرماتے ہیں:

’’اختلاط مع الانام (لوگوں سے بلاضرورت ملنا ملانا) بے شبہ تعلق باللہ میں حارج ہے۔ گو اپنی نیت صحیح ہو جس کا ثواب ملے گا مگر نجاستوں کی پلیدی سے تو چارہ نہیں۔ اگر کوئی کوئلہ کے گرد وغبار کو حسنِ نیت سے صاف کرے تو ثواب تو ملے گا مگر ہاتھوں اور کپڑوں میں سیاہی لگنا بھی ممکن ہے۔ اس دنیا میں سکون صرف تعلق باللہ اور ترکِ علائقِ غیر میں ہے۔

ے　　نہیں جمعِ دل جمع اسباب میں

رہِ جمعِ دل ذکر اللہ ہے　　　　(جاری ہے)

اعلان

آئندہ ماہانہ اجتماع انشاءاللہ تعالیٰ ۱۰ تا ۱۲ جولائی ایبٹ آباد میں منعقد ہوگا۔ روانگی ۱۰ جولائی بروزِ جمعہ بعد از نمازِ جمعہ مدینہ مسجد پشاور یونیورسٹی سے ہوگی۔ اجتماع ۱۲ جولائی اتوار کے دن کی ظہر کی نماز سے پہلے ختم ہو جائے گا۔ نماز کے بعد واپسی ہوگی۔ جانے کے خواہشمند حضرات اپنی جگہ رکھوانے کے لئے مندرجہ ذیل ساتھیوں سے رابطہ کریں۔

الطاف حسین صاحب　　03349124913

ڈاکٹر محمد طارق　　03339226345

بیان جمعہ (09-05-2008)(چوتھی قسط)

(ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ)

یہ جو غزنوی خاندان داؤد غزنوی، ابوبکر غزنوی حضرات تو باقاعدہ مولانا احمد علی لاہوریؒ کے پاس حصولِ فیض و برکات کیلئے آتے تھے۔ لاہور میں عیدگاہ کی نماز فقط اہل حدیث پڑھتے تھے۔ اہلسنت والجماعت کا عیدگاہ میں نماز پڑھنے کا بدوبست نہیں تھا اور عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے اور آج تو حالات بہت مجبوری کے ہوگئے، تکلیف کے ہوگئے اس لئے مسجد میں پڑھنے کی اجازت کی ہوئی ہے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ ان کے پاس عید کی نماز پڑھنے کیلئے جاتے تھے۔ ایک دن داؤد غزنوی صاحب وضو کررہے ہیں سخت سردی میں اور جرابیں اتار کر انہوں نے پیر دھوئے۔ دوسرے اہل حدیث نے کہا آپ نے جرابوں پر مسح نہیں کیا جرابوں پر تو مسح جائز ہے۔ انہوں نے کہا مسح تو میں کرلیتا لیکن میرے پیچھے احمد علی لاہوری صاحب عید کی نماز پڑھنے کیلئے آیا کرتے ہیں ان کے لحاظ کی وجہ سے پیر دھوتا ہوں تاکہ میرا وضو حنفی ترتیب پر ناقص نہ ہو۔ ایک دفعہ انہوں نے پیغام بھیجا مولانا احمد علی لاہوریؒ کو کہ میں آپ کی ملاقات کیلئے حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ اُن کی ملاقات میں مغرب کی نماز آرہی تھی۔ احمد علی لاہوری صاحبؒ نے اپنے دو آدمیوں سے کہا کہ یہ امین بالجہر کرتے ہیں تم ان کے دائیں بائیں کھڑے ہونا زور سے امین کہہ دینا تاکہ ان کو اجنبیت محسوس نہ ہو۔ تو وہ آدمی بڑے سیدھے سادے تھے کہ جب امام نے کہا والضالین تو انہوں نے اتنے زور سے آمین کہا کہ ساری مسجد سر پہ اٹھالی۔ مرید تو ماشاء اللہ جان دینے والے ہوتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ زور سے کہنا ہے تو انہوں نے اپنا پورا زور لگایا۔ جب نماز پڑھی گئی تو غزنوی صاحب کو بڑا افسوس ہوا کہ کیسے اہل حدیث کھڑے تھے اتنے زور سے کوئی امین کہتا ہے ساری مسجد کو پریشان کردیا ہے۔ آکر ملے انہوں نے کہا حضرت صاحب امین بالجہر ہم بھی کرتے ہیں مگر اتنا زور سے نہیں کرتے ہیں جتنا زور سے یہ کرتے ہیں۔ ان کو پتا نہیں تھا کہ وہ تو ان کی دلداری کیلئے کھڑے کیے گئے تھے۔ تو یہ ایک لحاظ تھا تاکہ ایک مسلمان بھائی آنے والا ہے وہ پریشان نہ ہو۔ اور ہمارا کیا حال ہوتا ہے میں آپ کو سچ بتاؤں ہم کام اللہ کی رضا کیلئے نہیں کررہے ہوتے، ہم کام آخرت کیلئے نہیں کررہے ہوتے، ہم کام نفس کیلئے کررہے ہوتے ہیں اور اپنی انا کیلئے کررہے ہوتے ہیں اور اپنی بات کو اوپر کرنے کیلئے

کرر ہے ہوتے ہیں۔ ہمارے علاقہ میں ایک محاورہ ہے کہ ''میری ٹانگ اوپر ہے۔'' میری ٹانگ اوپر ہے ایسا محاورہ ہے کہ دو آدمی کشتی لڑرہے تھے ایک نے دوسرے کو گرا دیا، نیچے والے نے ٹانگ اوپر کردی۔ تو اوپر والے نے کہا اُمے پرزوالے کنه گرایا ہے نا میں نے، پچھاڑا ہے میں نے تو اس نے کہا خپه خواوس هم زما اوچته ده۔ ٹانگ اب بھی میری اوپر ہے۔ آگے سے بھی پٹھان تھا اُس نے کہا اَو خپه خودے برا ده خو اودس ماتی زیے خودے لاندے دے۔ تو اس نے کہا ٹانگ تو تمہاری اوپر ہے لیکن قضاء حاجت کی جگہ تو نیچے ہے۔ چلیں ایک اور لطیفہ آپ کو سناؤں میری طرح ایک دیہاتی تھا اردو والوں میں پھنس گیا کہیں۔ تو ایک دوسرے سے کہتا ہے تشریف رکھو جی، تشریف اٹھاؤ جی۔ اغا پوی شوچه اودس ماتی زیے ته تشریف وای (وہ سمجھ گیا کہ قضائے حاجت کی جگہ کو تشریف کہتے ہیں)۔ تو اس سے کسی نے پوچھا کہ کم زیے کے درد دے؟ (کہ کہاں درد ہے؟) تو اس نے جواب دیا کہ جی تشریف کے میں درد دے (تشریف میں درد ہے)۔

تو بھائی عرض یہ ہے کہ ہم اپنے نفس کیلئے کرتے ہیں، ریا کیلئے کرتے ہیں، اپنی گروہ بندی کیلئے کرتے ہیں کہ میرا گروہ زیادہ ہوجائے، انا کیلئے کرتے ہیں اس لئے ہم فساد کرتے ہیں۔ اور میں آپ کو ایک اصول بتاؤں تبلیغ دین کہتے ہیں اللہ کے تعلق اور معرفت اور توحید کو پھیلانا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اتباعِ سنت کو پھیلانا، ہمدردی، اخلاص، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ان کے فضائل بیان کرکے ان کو پھیلانا یہ تو تبلیغ ہے۔ اور امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیے کہ نہیں پڑھنی چاہیے اس پر جھگڑے کرنا یہ میرے بھائی ہے فساد۔ دو واقعات میں آپ کو بڑے عجیب سناؤں۔ انگریزوں کی حکومت کے دور میں اتنا جھگڑا ہوا اہل حدیث کا اور حنفیوں کا کہ انہوں نے مقدمہ انگریز کی عدالت میں دائر کردیا کہ امین بالجہر، امین بالسر، زور سے امین کہنا اور آہستہ امین کہنا، اس پر مقدمہ دائر ہوا تو دونوں نے دلائل دیئے۔ تو انگریز جج نے فیصلہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں سے اور آپ کے قرآن پاک کی آیتوں سے میں سمجھا کہ امین بالسر، آہستہ کہنا بھی جائز ہے اور امین بالجہر زور سے کہنا بھی جائز ہے دونوں کے بارے میں حدیثیں ہیں اور مجھے ایک تیسری امین کی قسم سمجھ آئی ہے ساری بحث سے اور وہ ہے امین بالشر۔ امین بالسر، امین بالجہر اور امین بالشر۔ تو یہ مقدمہ جو تم لے کر آئے ہو وہ امین بالشر کا ہے۔ وہ انگریز اتنا سمجھدار تھا

تو اس نے ان بے وقوف مسلمانوں کو سمجھایا کہ ایک بھی تمہارے پیغمبر کے ہاں جائز ہے دوسرا بھی تمہارے پیغمبر کے ہاں جائز ہے ہاں جو تم زور سے کہتے ہو وہ بھی جائز ہے یہ نہیں کہ میں ٹھیک ہوں دوسرا غلط ہے اور جو آہستہ کہتا ہے وہ بھی جائز ہے اس کو بھی نہیں کہنا چاہیے کہ میں ٹھیک ہوں دوسرا غلط ہے۔ اس لئے ہم جو اہلسنت والجماعت والے ہم چاروں اماموں والے کبھی یہ نہیں کہتے کہ شافعی، حنبلی جو زور سے امین کہتے ہیں یہ غلط ہے ہم کبھی نہیں کہتے۔ جب بھی ہم نام لیتے ہیں تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اللہ کے نیک بندے ہیں انہوں نے دلائل کی روشنی میں بات کی ہے۔ لہٰذا کوئی ان کی تقلید کر کے مان کر چل رہا ہے ٹھیک ہے۔ اہلِ حدیث کی یہ کمزوری ہے کہ ہم ٹھیک ہیں تم غلط ہو۔ حالانکہ یہ فقہی اختلاف اور جزوی اختلاف ہے۔ جزوی اختلاف کی اجازت خود حضور ﷺ نے اپنے سامنے صحابہ کرامؓ کو دی ہے۔ غزوہ خندق کے بعد بنی قریظہ کا محاصرہ ہوا کیونکہ انہوں نے سازش کی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ سارے کے سارے عصر کی نماز بنی قریظہ میں پڑھیں کیونکہ محاصرہ کرنا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تیزی سے چلے راستے میں ایسے حالات ہو گئے کہ اگر عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھتے ہیں تو نماز قضا ہوتی ہے اور حضور نے فرمایا ہے وہاں جا کر پڑھو۔ صحابہ کرامؓ دو گروہوں میں بٹ گئے ایک گروہ نے کہا کہ حضورؐ نے کہا ہے کہ عصر کی نماز وہاں جا کر پڑھو لہٰذا ہم عصر کی نماز وہاں پڑھیں گے قضا ہوتی ہے کہ ادا ہوتی ہے آپؐ نے فرمایا ہوا ہے۔ دوسرے گروہ نے یہ کہا کہ حضورؐ کا منشاء اس میں یہ تھا کہ تیزی سے چلو تا کہ عصر کی نماز وہاں پہنچ جائے نماز قضا کرنے کا مطلب آپؐ کا نہیں تھا۔ لہٰذا ہم نماز راستے میں پڑھیں گے اور پھر تیزی سے چل کر وہاں پر پہنچیں گے۔ تو ایک گروہ نے نماز وہاں جا کر قضا پڑھی ایک نے راستے میں ادا پڑھی۔ ان دونوں کی کارگزاری جب حضورؐ کے سامنے آئی تو آپؐ نے نہیں فرمایا کہ اِن کی تشریح ٹھیک ہے اُن کی غلط ہے۔ لہٰذا ان خواص والا آدمی جس کا فہم، علم، تقویٰ اجتہاد کی سطح کا ہو جس کو امام یا مجتہد کہا جاتا ہے تو اس مجتہد کو تشریح کا اختیار آیت وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْن میں یتفکرون نے دیا ہوا ہے۔ مجتہد اخلاصِ نیت سے جو تشریح کرے وہ شریعت کا حصہ ہے اور اس پر عمل کرتے ہوئے کوئی گناہ گار نہیں ہوتا۔ لہٰذا کسی کی تقلید کرنی پڑے گی۔

ایک دفعہ عبداللہ بن مسعودؓ جو بڑے ماہرِ فقہ صحابی ہیں کوفہ کا مدرسہ عبداللہ بن مسعودؓ نے چلایا

ہے۔کوفہ دارالخلافہ تھا حضرت علیؓ کا،ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ان کی گدی پر بیٹھے ہیں عبداللہ بن مسعودؓ۔فقہ حنفیہ عمرِ فاروق ؓ ،حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا فقہ ہے۔ان تین صحابہ کی تشریحات پر فقہ حنفیہ مدون ہوا ہے۔عبداللہ بن مسعودؓ سے کسی نے کہا کہ امیر معاویہؓ ایک وتر پڑھتے ہیں اور آپ تین وتر پڑھتے ہیں تو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں ٹھیک ہوں وہ غلط ہیں۔بلکہ انہوں نے کہا وہ بھی مجتہد ہیں۔لہٰذا مجتہد جس بات کو کرتا ہے وہ دین ہے میرا تین پڑھنا بھی ٹھیک ہے اور اُن کا ایک پڑھنا بھی ٹھیک ہے۔

تو جو آدمی ان باتوں کو اچھال کر ان پر لوگوں کو جمع کرکے اور ان باتوں کی تشریح کر کے اور ان پر لوگوں میں اختلاف ڈال کر دوسروں کو غلط کہہ رہا ہو سمجھ جائیں کہ یہ جہالت کی ترتیب چلا رہا ہے اور کفر والوں کا مقصد حل کر رہا ہے اختلاف ڈال کر۔اور جو توحید،رسالت،اعمال،فضائلِ اعمال،نماز،روزہ،حج،زکوٰۃ،شخصیت کی تعمیر،شخصیت کو درست کرنا،اس کو کر رہا ہے سمجھ جائیں کہ یہ تبلیغ کر رہا ہے،تزکیہ کر رہا ہے،دین کو پھیلا رہا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا فلانا آدمی رشتے کی خاطر اہلِ حدیث ہوگیا۔انہوں نے فرمایا کہ اس آدمی کے ایمان کے ختم اور سلب ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ یہ مفاد کیلئے ہوا ہے۔اگر اس کے دل میں یہ بات آئی ہوتی کہ یہ زیادہ ٹھیک ہے،یہ زیادہ سنت ہے،زیادہ اللہ کی رضا اس میں ہے اور اس کو اختیار کیا ہوتا پھر پرواہ نہیں تھی لیکن مفاد کیلئے اختیار کیا ہے۔یہ بات بھی میں آپ کو کہہ دوں کہ دین پر کبھی پیسے لے کر کام نہ کریں میری طرح مولوی کو بڑے بڑے آفر آتے ہیں ہزاروں لاکھوں میں نہیں کروڑوں میں آتے ہیں کہ ہماری ترتیب کو اگر لے کر چلو تو ہم بھی آفر تمہیں دیں گے۔ہم کہتے ہیں کہ ہم تو خوار طریقے سے جو بزرگوں نے ہمیں سمجھایا ہے اسی پر کریں گے اور اللہ کی ذات سے اس بات پر یقین ہے کہ کبھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہماری کسی ضرورت کو نہیں روکا ہے ہر ضرورت کو اللہ نے وقت پر پورا کیا ہے۔لہٰذا ان اختلافات میں کبھی نہ پڑیں۔کثرتِ ذکر کی طرف آئیں،نوافل کی طرف آئیں،نماز کی طرف آئیں،اپنی اصلاح کی طرف آئیں۔اعمال کا پابند کرنے والی کتابیں ہیں مثلاً حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی فضائلِ نماز کو پڑھیں،فضائلِ ذکر کو پڑھیں،فضائلِ قرآن کو پڑھیں۔

اصلاحِ نفس کی طرف متوجہ ہوں۔ تنبیہہ الغافلین لکھی ہے علامہ فقیہہ ابواللیث ثمرقندیؒ نے تا کہ لوگ پڑھیں اللہ کا ڈر پیدا ہو، اللہ کا خوف پیدا ہو، عمل پر آئیں۔ امام نوویؒ کی کتاب ریاض الصالحین کو پڑھیں فضائل اعمال کا بہترین مجموعہ اور فکر پیدا کرنے والی کتاب ہے۔ فتوح الغیب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بیانات کا مجموعہ ہے قرآن وحدیث کی تشریح ہے جس سے اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے، اللہ کا ڈر پیدا ہوتا ہے، اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ ان کو پڑھنے کے بعد آپ کا عمل درست ہوگا اور اختلاف والوں کے ساتھ لگے تو تحریکی بن جاؤ گے نہ اپنے کو فائدہ دو گے نہ امت کو فائدہ دو گے بلکہ مسلمان کی نفرت اور مسلمان کی عداوت، مسلمان کو نقصان پہنچانے کا جذبہ دل میں پیدا ہوگا۔

صوابی کے علاقے کے کچھ لوگ بہت تنگ کر رہے تھے تو ہم نے ایک عالم کو متعین کر کے اُن کے لئے کتاب لکھوائی۔ اس نے زبردست تحقیقی کتاب لکھی۔ کتاب جب ان لوگوں کے پاس گئی تو انہوں نے بجائے دلائل سے جواب دینے کے کہا کہ اس کے بارے میں شکایت کرو تا کہ اس کو نوکری سے نکالا جائے۔ تو میں نے کہا یہ وہ نفسانی اور فسادی ترتیب ہے جس پر وہ چل رہے ہیں کیونکہ ان کو اصلاحِ نفس حاصل نہیں ہے۔ جب آپ نے دلائل کے ساتھ بات کی تھی تو آپ کی بات کا دلائل سے جواب دیتے، یہ تو دین کی تشریح تھی اور اس کے مقابلے میں یہ آپ کو دنیاوی نقصان پہنچانے کے پیچھے پڑھ رہے ہیں یہ تو نفس کے حسد کے جذبے کے تحت استعمال ہو رہے ہیں کیونکہ ان کو اصلاحِ نفس حاصل نہیں ہے۔ تو سچ بات ہے ساری دنیا میں اسلام پھیل جائے اور میری اصلاح نہیں ہوئی ہے تو کیا حاصل ہوا کچھ بھی تو حاصل نہیں ہوا اور خدانخواستہ ساری دنیا جہنم میں چلی جائے لیکن ہم نے اپنی اصلاح کی ہو تو مقصد تو حاصل ہو گیا۔ لہٰذا اس بات کو یاد رکھیں کہ اختلافی باتوں کو اشتہاروں کی شکل میں، کتابوں کی شکل میں اور مجمعوں کے سامنے کھڑے ہو کر بیان کرنا اور اس پر ٹکڑوں میں تقسیم کرنا اور ایک دوسرے کو لڑوانا یہ یہود کی اور معتزلہ کی ترتیب ہے، کوئی آدمی بھی اس طرح استعمال ہو رہا ہو سمجھ جائیں کہ یہ اپنی بے وقوفی کی وجہ سے یا بدباطنی کی وجہ سے پیسے لے کر کفر والوں کی ترتیب پر استعمال ہو رہا ہے۔ ہمیشہ وہ گروہ جو پھیل نہ رہا ہوں اور تھوڑا ہو اس کو اس طرح کی فسادی باتیں کرنی پڑتی ہیں۔ ایک کے خلاف بولنا دوسرے کے خلاف بولنا، ایک کے خلاف لکھنا دوسرے کے خلاف لکھنا ان کا خیال ہوتا ہے کہ کہیں ایسے ہماری پذیرائی ہو جائے گی۔ (جاری ہے)

خطوط

۱۔ قابلِ صد احترام، میرے پیارے حضرت،

السلام علیکم!

حضرت سب سے پہلے آپ کو نئے گھر کی اور خانقاہ اور مسجد کی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب بھائیوں کو اس مسجد اور خانقاہ سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت! خانقاہ کے افتتاح کے موقع پر ماہانہ اجتماع یادگار رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت ڈالے کہ آپ کی صحبت کی وجہ سے علماء حق کی زیارت سے گاہے گاہے مستفید ہو رہا ہوں۔ بیان ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ کا تھا لیکن توجہ آپ کی کام کر رہی تھی، توجہ بھی ایسی کہ کہ کپڑے پھاڑنے تک نوبت آئی۔ حضرت کیا بتاؤں اُس وقت کا مزہ اور سُرور۔ ایسا ہی ایک موقع تھا میں مجلس سے واپس آ رہا تھا مجھ پر اشعار کی آمد ہونے لگی اور پوری غزل بن گئی۔

بے شرابو می نشه کڑی	(بغیر شراب کے مجھے مدہوش کر دیتا ہے)
ما عالم ته تماشه کڑی	(مجھے دنیا کے سامنے تماشہ بنا دیتا ہے)
زه زان وینم ټول په یار کے	(مجھے دوست میں پورا اپنا آپ نظر آتا ہے)
مخامخ ده زړه شیشه کڑی	(جب وہ دل کا شیشہ سامنے کر دیتا ہے)
دغه جهر او ضربونه	(اس جہری ذکر اور ان ضربوں سے
ده یار نوم په زړه نقشه کڑی	دوست کا نام دل پر نقش کر دیتا ہے)
دا کتل تا ته په زیر زیر	(یہ نیچی نگاہ سے تمہاری طرف دیکھنا
ما مئین به همیشه کڑی	مجھے ہمیشہ کے لئے فریفتہ کر دیتا ہے)
هغه تل کمال ته رسی	(وہ ہمیشہ کمال کو پہنچتا ہے
عاشقی چه سوك پیشه کڑی	جو محبت کو پیشہ بناتا ہے)

اے! قسم می پہ بانڑو ستا	(مجھے تمہاری پلکوں کی قسم
ہر ویختہ را لہ لشہ کڑی	کہ تُو میرے ہر بال کو چھبن بنا دیتا ہے
دہ ابلیس تیرو کے راشی	(کوئی ابلیسی اندھیروں میں آجائے
کلہ کلہ پلوشہ کڑی	اُس کو کرن دکھا دیتا ہے)
دہ وسواس پہ کور یرغل کڑی	(وساوس کے گھر کو تباہ کر کے
رالہ ختمہ اندیشہ کڑی	میری فکروں کو ختم کر دیتا ہے)

حضرت کُرتا تو پھاڑ دیا لیکن ساتھ ہی میں نے فرنگی کا جنازہ بھی نکال دیا۔ وہ ایسے کہ میں نے جب سے داڑھی بڑھالی ہے اُس کے بعد شاید ایک دو ہی بار کوٹ پتلون پہنی ہو۔ میں اِس انتظار میں تھا کہ کبھی مجھ پر حال طاری ہو جائے تو اِن کوٹوں، پتلونوں کی خیر نہیں۔ آج سے تقریباً پندرہ بیس دن پہلے کی بات ہے، رات دس گیارہ بجے کا وقت تھا، کمرے کے ساتھی نے انگریزی اخبار دیا۔ اُس میں ایک لڑکی نے مردوں کے بارے میں لکھا تھا کہ آج کل کے لڑکے کوٹ پتلون پہن کر لڑکیوں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بس حضرت! یہ بات کیا تھی کہ میں آگ بگولہ ہو گیا اور برا بھلا منہ سے نکلنے لگا کہ لڑکی ہے کیا چیز جس سے مرد متاثر ہوں گے۔ میرے حضرت فرماتے ہیں کہ وہ مرد نہیں جو عورت سے متاثر ہو بلکہ مرد وہ ہے جس سے عورت متاثر ہو۔ تُو لاکھ حسین ہو گی لیکن اِس کتے نے بھی چشتیہ لنگر سے راتب کھایا ہے۔ اُسی وقت بستر ے سے چھلانگ لگائی اور اپنے تمام قیمتی اور معمولی کوٹ پتلون جمع کر لئے جس میں چھ پتلون اور آٹھ دس شرٹ سب کو اکٹھا کیا اور کمرے کے باہر اُن کو آگ لگا دی اور ڈنڈے سے اُن کو پیٹنے لگا۔ دوست سارے جمع تھے پوچھنے لگے یہ کیا کیا؟ میں نے کہا کہ یہ لارڈ میکالے کی ماں کا کفن جلا رہا ہوں۔ رہ رہ کر حضرت شیخؒ کی کتاب ''اعتدال فی مراتب رجال'' میں لکھی ہوئی بات یاد آ رہی تھی کہ جس نے سنت کو ہلکا جانا اُس کی معرفت چھن جاتی ہے۔

حضرت اپنے اُس پھٹے ہوئے کرتے کو اپنے ہاتھوں سے دوبارہ سیا ہے اور اُس کو دو خاص مواقع کے لئے رکھا ہے۔ ایک اجتماع کے دن پہنوں گا اور اِس کے علاوہ جب میں خاص دعا مانگتا ہوں تو اُس کو پہن لیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب تک ساری دعائیں قبول ہوئی ہیں۔ میں دل میں سوچ رہا

تھا کہ یہ میری گدڑی ہوگئی۔ یا اللہ! گدڑی تو تم نے پہنا دی اب اِس کی حقیقت بھی دل میں اُتار دے اور ریا سے محفوظ رکھیو۔ آمین!

پہلے بھی یہ معمول تھا لیکن اب خوب اہتمام کے ساتھ سادہ کرتہ پہن کر داڑھی میں تیل لگا کر سفید ٹوپی پہن کر اور ٹخنے کھلے رکھ کر سینہ تان کر کالج جاتا ہوں۔ بقول آپ کے حق کیوں باطل سے دبے۔

حضرت سلسلے کی کتابوں سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ ظاہری شریعت کو (اللہ معاف کرے) پہلے میں بہت ہلکا لیتا تھا اور اس کی بڑی وجہ میرا بے دریغ مطالعہ تھا۔ نام نہاد مصنفین کی کتابوں سے یہ ذہنی تطہیر (Brain Washing) ہوئی تھی کہ تن صاف، من صاف، چار ابرو صاف اور بن گئے قلندر۔ لیکن ان تمام مصنفین کے فلسفے پر اُس وقت پانی پھر گیا جب ''مردِ درویش'' کا یہ مبارک قول نظر سے گزرا کہ نہیں بیٹا آپ کی شکل وصورت ایسی ہونی چاہئے کہ دور سے پہچانے جاؤ کہ وہ دیکھو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی آرہا ہے۔ حضرت میں نے تو اپنی کافی تعریف کی لیکن یہ نہ سوچا کہ یہ سب کیوں اور کیسے ہوا؟ سب آپ کی صحبتِ صالح کا نتیجہ ہے۔

جمالِ ہمنشین در من اثر کرد
وگرنہ مَن ہماں خاکم کہ ہستم		(شیخ سعدیؒ)

ترجمہ: دوست کے حسن نے میرے اندر اثر کیا ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں جو ہوں۔

آپ کا خادم
حسن نواز

☆☆☆☆☆☆☆

۲۔ (از طرف عبدالباسط صاحب، لاہور)

محترم المقام، حضرت اقدس دامت برکاتہم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ حضرت والا بخیر و عافیت ہوں گے۔ بندہ بھی بحمد اللہ خیریت سے ہے۔ حضرت! بندہ پچھلی پیر کی صبح پشاور سے لاہور پہنچا اور

منگل کی صبح کو حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر رحمہٗ اللہ تعالیٰ کے انتقال کی خبر ملی جس سے بہت دکھ ہوا۔ الحمدللہ ! شام کو حضرت کے جنازہ میں شرکت کی توفیق ہوئی۔ لوگوں کے اندازے کے مطابق لاکھوں میں لوگ جنازہ میں شریک تھے۔ عصر کی نماز کے بعد جنازہ ہوا اور مغرب سے ذرا پہلے علم وتقویٰ کے ایک امام کو قبر میں اُتار دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن.

حضرت ! بندہ نے چونکہ حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ کے کچھ دروس و بیانات کو براہِ راست سنا، اس وجہ سے بندہ اُن سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ بندہ نے اِس دور کے کسی عالم کا حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہٗ اللہ سے زیادہ علم ومطالعہ نہیں دیکھا۔ خود فرماتے تھے کہ میں نے جتنی کتابیں پڑھی ہیں شاید ہی کسی اور مولوی نے پڑھی ہوں۔

حضرت ! بندہ کئی مرتبہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہٗ اللہ کی زیارت وملاقات کے لئے گکھڑ بھی حاضر ہوا اور بندہ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوتا تھا کہ ایک شخص جس کی نوے برس سے زیادہ عمر ہو، اُس نے اپنی دنیا کی زندگی کی خاطر کچھ بھی مال ومتاع جمع نہیں کیا۔ گکھڑ کے ایک محلّہ میں انتہائی درجہ سادہ اور چھوٹے سے گھر میں ساری زندگی گزار دی۔ حضرت کا کمرہ بھی انتہائی سادہ اور زندگی بھی بہت سادہ تھی۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کی پیدائش ۱۹۱۴ء کی ہے۔ اس لحاظ سے اُنہوں نے بہت سارے بزرگوں کو دیکھا اور بہت ہی متحرک زندگی گزاری۔ بندہ کی خواہش تھی کہ حضرت کی زندگی میں اُن سے پوچھ پوچھ کر تاریخی واقعات کو جمع کیا جاتا اور اس خواہش کا اظہار بندہ نے مولانا زاہد الراشدی صاحب سے بھی کیا۔

حضرت ! بندہ نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے حوالہ سے اُن کے بیٹے مولانا عبدالقدوس قارن صاحب (جو آج کل اُن کی جگہ بخاری شریف کی ایک جلد نصرۃ العلوم میں پڑھاتے ہیں) سے سنا کہ شروع میں جب حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ گکھڑ تشریف لائے تو رمضان میں تراویح سنانے کے لئے گکھڑ اور گوجرانوالہ میں کوئی حافظ نہ ملا تو مجبوراً میانوالی سے ایک حافظ صاحب کو لایا گیا۔ حضرت ! بندہ کو یہ خیال بار بار آرہا تھا کہ ایک وہ زمانہ تھا اور آج یہ حال ہے کہ شیخ الحدیث صاحب کے جنازہ میں ہزاروں حافظ، قاری اور عالم موجود تھے اور اُن کی اکثریت بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر شیخ الحدیث صاحبؒ ہی کی شاگرد تھی۔

توحید

(ادارہ)

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے پر غیب سے سامانِ بقا میرے لئے ہے

کیا غم ہے اگر ساری خدائی ہو مخالف کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

(مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ)

توحید اور شرک کی بحثیں تو علماء نے کتابوں میں تفصیل سے کی ہوئی ہیں۔ ہمارے سلسلے میں توحید کے بارے میں ایک سادہ سی دیہاتی بحث ہے جو ہمیں تو بہت ہی زیادہ پسند ہے۔ وہ کچھ یوں ہے ایک توحید ہے معلوماتی یعنی اللہ کے غیر سے مرادیں نہ مانگو، اللہ کے غیر کے نام پر ذبیحہ نہ کرو، اللہ کے غیر کے نام کی منت نہ مانو، اللہ کے غیر کے آگے نہ جھکو، قبروں آستانوں کو کارساز نہ سمجھو یہ بات تو بس معلوم ہو جائے تو اس پر عمل کرنا ہے۔ اس کے سمجھنے سیکھنے کے لئے زیادہ مشکلات کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک توحید تحصیلی ہے یعنی صرف معلومات سے کام نہیں بنتا بلکہ اُسے حاصل کرنا پڑتا ہے اور وہ ہے قلب کا اللہ کے غیر سے کٹ کٹا کر چھٹ چھٹا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہو جانا۔

وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً (مزمل: ۸) ترجمہ: اسی کا ہو جا سب سے ہٹ کر۔

اس کے نتیجے میں آدمی کے دل سے غیر اللہ کا خوف اور مرعوبیت نکل جاتی ہے۔ مال و دولت، عہدہ کرسی، افسر وزیر، صدر فقیر سب محض اسباب نظر آتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے امر کے آگے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتے ہیں۔

یہ اسباب ہیں دستِ قدرت میں یوں

قلم جس طرح دستِ کاتب میں ہو

سیکھنے کے بعد اس توحید کا برتنا ہوتا ہے۔ برتنے کا امتحان اُس وقت ہوتا ہے جب حق کو چھوڑ کر باطل کو اختیار کرنے کے حالات بن رہے ہوں۔ خطرات حق میں ہوں اور مفادات باطل میں ہوں۔ ایسے موقع پر مفادات کو روندتے ہوئے، کمرِ ہمت باندھتے ہوئے جب آدمی حق کے لئے ڈٹ جائے تو اب

یوں کہیں گے کہ اس نے توحید کو برتا۔ سلسلے میں نوافل معمولات پر تو اتنی سختی نہیں ہے لیکن ایسے موقعوں پر ڈٹ جانے کی شدت سے ہدایت ہے۔

اس ضمن میں سلسلے کے ایک صاحب کی آپ بیتی ہے جس میں عبرت کے عجیب سامان ہیں۔

عبدالباسط صاحب فرماتے ہیں مجھے خبر دی گئی کہ ہمارا محکمہ اپنے ضلع کے لیے بھرتیاں کرے گا اور مجھے اس سلیکشن کمیٹی کا ممبر تعنیات کیا گیا ہے تو پریشانی لاحق ہوئی کیونکہ عام طور پر ایسا ماحول بنا ہوا ہے کہ سو فیصد میرٹ نہیں بنتا۔ انٹرویو سے پہلے تین مختلف موقعوں پر ضلعی آفیسر صاحب کو اپنے مؤقف سے آگاہ کیا کہ تمام بھرتیاں میرٹ پر کریں گے اور انہوں نے ہر دفعہ میری تائید کی۔ لیکن اس کے باوجود میرے دل میں کھٹک رہتی، کیونکہ تمام دن سیاسی اور با اثر لوگوں کی ملاقاتیں اور ٹیلی فون پر رابطے اور اس کے ساتھ ہی ضلعی آفیسر کی ان لوگوں کو تسلیاں دینا۔ کبھی کبھی سوچتا کہ انٹرویو کے دن دفتر سے غائب ہو جاؤں مگر اللہ تعالیٰ نے دل جمعی کی توفیق دی اور مضبوط ارادہ کیا کہ انٹرویو میں بطور ممبر بیٹھوں گا اور انشاء اللہ انصاف سے فیصلہ کروں گا اور اس سلسلے میں کسی سے بھی مرعوب اور متاثر نہیں ہوں گا۔ انٹرویو کے تمام مراحل خوش اسلوبی سے طے پا گئے اور انٹرویو کے تیسرے ممبر حج پر چلے گئے۔ جب ان صاحب کی واپسی کی تاریخ قریب ہوئی تو ایک دن دفتر میں ضلعی آفیسر صاحب میرے کمرے میں آئے اور ان کے ہاتھ میں چند کاغذات تھے۔ میرے سامنے بیٹھ گئے اور کہنا شروع کیا کہ آج کل کا دور سیاسی ہے اور اس دور میں سیاسی لوگوں کی چلتی ہے اور ہمیں چاہیے کہ ان لوگوں کی ہدایات پر کاربند ہوں تاکہ ہماری زندگی خوش گوار ہو اور یہ میرٹ لسٹ ہے جو ہمارے وزیر صاحب کی عین منشاء کے مطابق ہے اور ان لوگوں کو انکار نہیں کرنا چاہیے اور کہا کہ اس پر دستخط کر دو۔ ان کے سامنے میں نے اپنا مؤقف بیان کیا کہ اس لسٹ میں میرے حصے کے جو نمبر درج ہیں وہ آپ کی طرف سے ہیں، میرے نہیں ہیں۔ اور ان میں بعض لوگوں کو ان کے موجودہ اور سابقہ ملازمت کے کوائف درج نہیں ہیں اور عین خلاف شریعت اور قانون ہے اور ساتھ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کا فتویٰ بھی عرض کیا جس کا مفہوم ہے کہ جو شخص میرٹ کے خلاف فیصلہ کرتا ہو اس شخص کا کوئی عمل یعنی فرض واجب قبول نہیں ہے۔ اس میرٹ لسٹ کے بنانے میں کئی وزراء اور با اثر لوگوں کا خاص خیال رکھا گیا تھا۔ یہ تمام مضمون جو میں نے بیان کیا انتہائی مہذب انداز میں اور ساتھ ہی ان کے لیے دعا

بھی کی اور کہا کہ کل ہماری اولاد کے ساتھ ایسا ہوگا تو ہمارے دل کی کیا کیفیت ہوگی۔ میرے اس بیان سے ان کا لہجہ سخت ہوا اور دھمکیاں دیں اور جاتے وقت کہا اپنے لئے کانٹے نہ بوؤ۔ ہر دوسرے اور تیسرے دن اپنے کمرے میں بلاتے اور دستخط کا حکم دیتے۔ جب میرا انکار سنتے تو غصہ سے کہتے تمھارا دادا بھی میرٹ لسٹ نہیں بنا سکتا اور حکم دیتے کہ کمرے سے نکلو۔ ہر بار ان کا رویہّ اور لہجہ سخت ہوتا مگر باہر لوگوں کے سامنے دوستوں کی طرح پیش آتے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس دوران میں کبھی بھی بدتمیزی سے پیش نہیں آیا، ہر موقع پر مختصر اور منطقی جواب دیتا۔ دفتر کے دو آدمیوں کے علاوہ تمام افراد ضلعی آفیسر کی طرفداری کرتے اور مجھے ہر وقت ذہنی طور سے پریشان کرتے۔ اس دوران ان لوگوں سے یہ غلطی ہوئی کہ لسٹ کے مطابق منظور نظر لوگوں کو اپوائنٹمنٹ لیٹر بھیج دیئے۔ حالانکہ میرٹ لسٹ دستخط نہیں ہوا تھا۔ یہ کاروائی اس وجہ سے ہوئی کہ سیاسی دباؤ بہت زیادہ بڑھ گیا۔ ضلعی آفیسر کے بیان میں یہ بھی اضافہ ہوا کہ ابھی لوگوں نے **Arrival** دے دیا، اب تو دستخط کرلو اور ساتھ ہی تمام احسانات بھی ہر وقت گنواتے جو انہوں نے مجھ پر کئے تھے۔ میں جواب دیتا کہ انشاء اللہ اگر موقع ملا تو ان تمام احسانات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے چکاؤں گا مگر اس کا یہ موقع نہیں ہے۔ میرے تمام اختیارات اور سہولتیں واپس لے لی گئیں اور کہا کہ تمھاری سالانہ کارکردگی رپورٹ (**ACR**) خراب کروں گا جس کی وجہ سے تمھاری پروموشن نہیں ہوگی۔ اس کے ساتھ لالچ بھی دیتے رہے کہ مختلف بل بناؤ تاکہ تم کو پیسے مل جائیں۔ ان تمام باتوں سے پریشان ہوجاتا تو یہ مراقبہ کرتا کہ خیر و شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کے تمام کاموں میں حکمت ہوتی ہے اور ساتھ ہی استغفار کرتا اور حضرت صاحب دامت برکاتہم کے بتائے ہوئے وظیفے کو پڑھتا۔

ضلعی آفیسر سمجھ گئے کہ میں ان کے جال میں نہیں پھنس رہا ہوں تو انہوں نے وزیر صاحب سے رابطہ کیا اور مجھے وہاں طلب کیا گیا۔ تمام راستے یہ کیفیت رہی کہ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُ کُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَ اللّٰهُ یَعِدُ کُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلاً شیطان برے کاموں کی ترغیب دیتا ہے اور ساتھ نہ دینے پر خوف دلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نیک کاموں پر مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ ان کے دفتر میں دو ملاقاتیں ہوئیں۔ پہلی ملاقات میں انہوں نے نرمی سے سمجھایا، میں نے ساری بات بہت اطمینان سے سنی اور اپنے اظہارِ خیال کا موقع چاہا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے گویائی نصیب فرمائی اور دس منٹ تک بات کی۔ جن میں

چند اہم باتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ دینی حوالے سے حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کا فتویٰ۔

۲۔ آپ لوگوں کو عوام نے منتخب کیا ہے ان لوگوں نے آپ پر اعتماد کیا ہے کیا یہ مناسب ہے کہ ان کے جائز حقوق چھین کر دوسروں کو دے دیں۔

۳۔ یہ فعل دل کا گناہ ہے۔

میری باتوں سے سب لوگ خاموش ہو گئے اور میں نماز پڑھنے چلا گیا۔ دوبارہ انہوں نے مجھے طلب کیا اور دوسری نشست میں دھمکیوں کی بھرمار کی، کہ کل تمھارا تبادلہ چترال ہو جائے گا اور تمھارے خلاف چند ماہ پہلے ایک لڑکی نے درخواست دی تھی اس کا کیس دوبارہ اٹھا دیں گے۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ اگر آپ لوگ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیں پھر بھی دستخط نہیں کروں گا۔ اس بات کے بعد مجھے چلے جانے کا کہہ دیا۔

تیسرے ممبر حج سے واپس ہوئے اور دوسرے دن اس لسٹ پر دستخط کر دیئے۔ اس وجہ سے میں نے ان کو حج کی مبارکباد نہیں دی۔ (ممبر صاحب کے نزدیک شاید دین صرف بیت اللہ شریف کے طواف کا نام تھا اور گناہوں کا معاف ہونا شاید ڈرائی کلینگ کی طرح تھا۔ عقیدہ، ایمان، حق، باطل، ظلم، انصاف اُن کے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں تھی۔ واقعی

ے خرِ عیسیٰؑ چوں بہ مکہ رود
باز آید ہنوز خر باشد

ترجمہ: عیسیٰ علیہ السلام کا گدھا جب مکہ چلا جائے واپسی پر گدھا ہی ہوتا ہے۔)

اس دوران ہائی کورٹ میں رٹ دائر ہوئی جس میں یہ باتیں تھیں۔

۱۔ میرٹ لسٹ دستخطوں کے حوالے سے نامکمل ہے۔

۲۔ ابھی تک تین میرٹ لسٹ بن چکی ہیں۔

۳۔ بعض لوگوں کو ملازمت کے تجربے کے نمبر نہیں دیئے گئے۔

اس رٹ کی وجہ سے ضلعی آفیسر اور زیادہ سرگرم ہو گئے اور مجھے باری باری ڈائریکٹر جنرل، سیکرٹری صاحب اور وزیر صاحب کے دفتر لے گئے مگر ان تمام لوگوں نے ملنے سے انکار کر دیا۔ اس کی وجہ معلوم نہ ہو سکی

اور ضلعی افسر صاحب بالکل اکیلے رہ گئے۔ مجھے کہا کہ کورٹ میں بیان دو کہ میں سلیکشن بورڈ میں نہیں تھا۔ میں نے جواب دیا کہ میں حق کہوں گا اس سے میری کوئی غرض نہیں کے کس کے خلاف ہو اور کس کی حمایت میں ہو۔

۲۶ مئی ۲۰۰۹ء کو ہائی کورٹ کی پہلی پیشی تھی اور کیس جج دوست محمد صاحب کو پیش ہوا۔ انہوں نے بیس منٹ ضلعی آفیسر کی خوب ڈانٹ ڈپٹ کی، ان کی چند باتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تم لوگ وزراء سے ڈرتے ہو مگر ربِّ کائنات سے نہیں ڈرتے۔

۲۔ وزیر صاحب تم کو صرف یہ نقصان پہنچا سکتا ہے کہ تمھارا تبادلہ کردے گا جبکہ میرے اختیار میں یہ ہے کہ تم کو نوکری سے معطل کردوں اور چھ مہینوں کے لیے جیل بھیج دوں۔

۳۔ تم جیسے لوگوں کی وجہ سے پاکستان اس سطح پر پہنچ گیا ہے۔

ساتھی بتا رہے تھے کہ ضلعی آفیسر لرزاں تھا کیونکہ ہال میں دو تین سو افراد بیٹھے ہوئے تھے اور کورٹ نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ ایک ہفتے کے اندر اندر اس امیدوار کے بھرتی کے احکامات جاری ہوں ورنہ سزا لازم آئے گی۔ امیدوار کے خاندان والوں نے بطور شکریہ ٹیلی فون کیا اور ساتھ ہی دعائیں دیں۔

عزت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس موقع کے بعد دو دفعہ ڈائیریکٹر جنرل اور وزیر صاحب سے ملاقات ہوئی ہے۔ وہ بہت عزت اور خندہ پیشانی سے ملے اور ساتھ ہی ضلعی آفیسر کو بہت ملامت کی۔

☆☆☆☆☆☆☆

(صفحہ ۳۲ سے آگے)

پھر فرمایا تو اپنے چچا زاد بھائی (حضرت علیؓ) کے ساتھ قناعت کی زندگی بسر کر۔ میں نے تیرا نکاح ایسے شخص کے ساتھ کیا ہے جو دنیا میں بھی سردار ہے اور آخرت میں بھی سردار ہوگا۔

ذرا حضرت فاطمہؓ کی حالت پر نظر ڈالئے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر ہے لیکن انہوں نے فقیری کو ترجیح دی اور مال چھوڑا۔ جو لوگ انبیاء اور اولیاء کے حالات اور اقوال کا مطالعہ کرتے ہیں انہیں اس حقیقت کا اعتراف کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا کہ مال کا نہ ہونا اس کے ہونے سے افضل ہے خواہ وہ خیرات وصدقات ہی میں کیوں نہ خرچ ہوا ہو۔ آدمی لاکھ حقوقِ واجبہ ادا کرے، مشتبہات سے اجتناب کرے اور مال کو خیرات میں صرف کرے اس کے باوجود وہ مال کی کدورت سے آلودہ ضرور ہوگا کیونکہ آدمی کی توجہ زیادہ تر مال کی اصلاح پر ہوگی اور اس طرح وہ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے پوری طرح فارغ نہ کرسکے گا۔

ملفوظاتِ شیخ ﴿حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتھم﴾ (قسط۔۱۲)

(ظہورالٰہی فاروقی صاحب)

کفرِعملی اور کفرِ اعتقادی:

فرمایا کہ نفس کے چکر میں پھنسنے کے بڑے خطرات ہوتے ہیں، آدمی دُنیا کی چیزوں کو حاصل کرنے کی نیت سے آتا ہے اوران کی ہی فکر میں پڑ جاتا ہے، جس سے آدمی کے لڑھک جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ کے احکامات کوتوڑ کر وسائلِ دُنیا کو لے رہا ہے تو یہ اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ میرا پالنے والا (نعوذباللہ) اللہ تعالیٰ نہیں ہے بلکہ دُنیا کی یہ چیزیں ہیں اور یہی کفرِ عملی ہے۔ اگرچہ کفرِ اعتقادی نہ ہو یعنی اعتقاداً تو یہ کافر نہیں ہے لیکن کام کافروں جیسے کر رہا ہے۔ کفرِ اعتقادی یہ ہے کہ آدمی اعلان کردے کہ میں کافر ہوں۔ عملی طور پر ہمارا یہ حال ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقابلے میں دُنیا اور دُنیا کی چیزوں کو اپنا پالن ہار (پالنے والا) سمجھتے ہیں اور اپنے مسائل کو حل کرنے والا سمجھتے ہیں۔ جتنی عاجزی ایک بھکاری جگہ جگہ جا کر سارا دن کرتا ہے اگر اس کی جگہ صرف ایک گھنٹہ بھی اللہ تعالیٰ کے حضور رونا دھونا کرے تو سارے مسائل غیب سے حل ہو جائیں۔

خشوع اور دھیان جمانے کا ثواب ملتا رہے گا:

فرمایا کہ ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب کو نماز میں بھی دوسری شادی کرنے کے خیال آتے ہیں کہ دوسری شادی کب کرینگے؟ میں اس سے کہا کرتا ہوں کہ آپ کی نماز پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کوئی فکر نہ کریں جو کوئی دھیان آیا تو نماز میں جس سبق کو پڑھ رہے ہو اس کی طرف دھیان لگاؤ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کیا فرمارہے ہیں؟ اُس دھیان کو اِس دھیان سے ٹالو، سو بار ایسا کرو تو آپ کو سو بار خشوع اور دھیان جمانے کا ثواب ملتا رہے گا۔

اگر تُو نفس کے تقاضوں اور چاھتوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خاطر چھوڑدے اوراللہ تعالیٰ کے احکامات پر کمر باندھ کر کھڑا ھوجائے تو اللہ تعالیٰ ساری کائنات کو تیرے لیے مسخر کردے گا:

فرمایا کہ گر اللہ تعالیٰ چاہتا تو باقی جانوروں کی طرح انسان کو دن رات عبادت میں لگا کر اس کی روزی کا بندوبست بغیر اسباب کے فرماتا، لیکن اس کی آزمائش اس میں تھی کہ اس کو روزی کا محتاج بنایا جائے

کہ وہ روزی خود حاصل کرے۔ ورنہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی اسرائیل کو چالیس سال تک اپنی طرف سے من وسلویٰ کھلایا تو وہ سارے انسانوں کو کھلا سکتا تھا۔ اب بھی عبادت والوں کا اور صوفیاء کا ایک گروہ جو ہر چیز سے مکمل فارغ ہوکر دن رات عبادت میں لگ جاتے ہیں، انھیں ایسے اللہ پالتا ہے اور ایسا اللہ تعالیٰ غیب سے روزی کا بندوبست فرماتا ہے کہ روزی کمانے والے اور اپنے آپ کو تھکانے والے حیران رہ جاتے ہیں۔

میں خورشید صاحب کو کسی کا واقعہ سنا رہا تھا کہ وہ کہتے ہیں میرا ایک دوست آیا اور اس نے کہا کہ رات کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ ورنہ میں تم سے ناراض ہو جاؤں گا۔ کہتے ہیں میں کھانا کھانے کے لیے گیا تو اس نے کہا کہ تُو نے تو ساری زندگی دین کے لئے وقف کردی ہے، لیکن کھاتا کہاں سے ہے؟ میں نے اس سے کہا کہ آج شام کا کھانا تو اللہ تعالیٰ آپ کے ہاں سے کھلا رہا ہے اور کل کا پھر اللہ تعالیٰ مالک ہے۔

میں کوئٹہ گیا وہاں مستونگ ایک جگہ ہے ایک آدمی نے کہا کہ فلاں بزرگ آرہے ہیں، ہمارا خیال ہوا کہ ہم گاڑی لے کر جائیں اور ریل سے اُترنے کے بعد لے کر آئیں تاکہ ان کو تکلیف نہ ہو۔ خیر جب ہم وہاں پہنچے تو چالیس گاڑیاں پہلے ہی پہنچی ہوئی تھیں اور ہمارا اکتالیسواں نمبر تھا۔

ہندوستان کے مولانا عبیداللہ صاحبؒ ہوتے تھے، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے خاص مُرید، شاگرد اور خاص تربیت یافتہ تھے، جنوبی ہند میں حیدرآباد دکن کی طرف ان کی تشکیل تھی۔ اتنے پیسے تھے کہ ٹکٹ لیا اور گاڑی میں بیٹھ گئے، کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ فرماتے تھے بہت بھوک لگی تو پاس والے آدمی نے ڈائننگ کار کا کھانا منگوایا، کھانے کے بعد بچا ہوا کھانا سیٹ کے نیچے چھوڑ دیا اور لیٹ گیا۔ مجھے نفس نے کہا کہ اب وہ تو اس کھانے سے دست بردار ہو گیا ہے اور فالتو ہو گیا ہے اس کو اُٹھا کر کھالو، پھر دل میں آیا کہ یہ علم اور علماء کے وقار کے خلاف ہے۔ جس شکل وصورت اور حلیہ میں ہوں اس کو میں نہیں کرسکتا، سارا سفر بھوکا طے کیا۔ جونہی اسٹیشن پر اُترے **سُبحان اللہ**! اتنے لوگ استقبال کے لیے آئے ہوئے ہیں اور ایسا اعزاز ہو رہا ہے کہ **سُبحان اللہ**۔ دُنیا والوں کو پریشان ہونا پڑتا ہے، جھک مارنی پڑتی ہے، جھوٹ بولنا پڑتا ہے، فریب و دھوکہ بازی کرنی پڑتی ہے اور اللہ والوں کی لوگ منتیں کرتے ہیں خوشامدیں کرتے ہیں کہ اُن کا کھانا قبول کرلیں اُن کا ہدیہ قبول کرلیں۔

ہمارے حضرت احمد علی لاہوریؒ کے ایک بیٹے مولانا حبیب اللہ صاحب مکہ مکرمہ میں ہوتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے خاندان کو رُوحانی لحاظ سے بہت نوازا تھا اور خاص کر ان میں حلال اور حرام کھانے کی تمیز میں بڑا ادراک ہوتا تھا۔ حبیب اللہ صاحب کسی کا کھانا قبول نہیں فرماتے تھے. بلکہ اپنا جو دال ساگ وغیرہ ہوتا اس پر گزارا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک تاجر نے کہا کہ حضرت کبھی ہم ذلیلوں کی بھی کوئی چیز قبول فرمالیں، اس نے ایسے عاجزانہ طریقے سے کہا کہ مولانا صاحب نے سوچا ایسا نہ ہو کہ اللہ کے غضب میں آجاؤں، اُنھوں نے اس کی دعوت قبول کرلی۔ فرمایا کہ سات دن تک اس کھانے نے باطن کی روشنی کو خراب کیا اور اس کا اثر باقی رہا۔ اگر تُو نفس کے تقاضوں، نفس کی چاہتوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو توڑتا ہے، اگر تُو اس کو چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر کمر باندھ کر کھڑا ہو جائے اور کہے کہ اس کے لیے فاقے، بھوک و پیاس برداشت کروں گا اور اس کے لیے جان دینے کے لیے تیار ہوں گا تو اللہ تعالیٰ ساری کائنات کو تیرے لیے مسخر کردے گا، دُنیا تیرے قدموں میں آئے گی، منت کرے گی اور ذلت اختیار کرے گی۔

قلب اور قالب دونوں کی اصلاح کرنی ھے:

فرمایا کہ ایک تو دل کو دُرست کرنا ہے اور ایک اپنے عمل کو دُرست کرنا ہے یعنی قلب اور قالب دونوں کی اصلاح کرنی ہے۔ قلب یقین کا محل ہے اور قالب (جسم) اعمال کا محل ہے۔ قلب کو شرک سے پاک کرنا ہے اور قالب کو اعمال سے مزیّن کرنا ہے۔ تو جس کو اس بات کی اُمید ہو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی ذات سے ملنا ہے تو وہ ان دو باتوں کو لے کر آئے،

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝

ترجمہ:

ہمارے حضرت مولانا صاحبؒ اپنے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دُعا جو دہلویؒ کے دو اشعار ہمیں سنایا کرتے تھے۔ ایک تو جب شاہ صاحبؒ تہجد میں اُٹھتے تھے تو پہلے کچھ دیر اشعار پڑھتے تھے، ان میں ایک شعر یہ پڑھتے تھے:

شب تاریک، راہ باریک، منزل دُور، من تنہا دستم گیر یا اللہ ، دستم گیر یا اللہ

لاالہ الا اللّٰہ ، لا الہ الا اللّٰہ

(کہ رات تاریک ہے، راستہ باریک ہے، منزل دُور ہے اور ہم اکیلے ہیں، اے اللہ ہمارے ہاتھ کو پکڑیو، اے اللہ ہمارے ہاتھ کو پکڑیو) اور پھر سلسلہ چشتیہ کا ضربوں والا ذِکر شروع فرماتے۔

اور دوسرا شعر مولانا صاحبؒ یہ سناتے تھے:

بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں، کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

(کہ جس کو {دُنیا اور اس کی چیزیں} چھوڑ کر جا رہے ہیں ان کو چھوڑ کر جانے کا غم ہی نہیں ہے اور جن سے ملنے کے لیے جا رہے ہیں ان سے ملنے کی بڑی آرزوئیں اور اُمیدیں ہیں۔)

تو جس کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کی چاہت ہو اس نے تیاری بھی کرنی ہے۔ اور یہ ایک دو دن کی بات نہیں ہے۔ ہم بھی بات کرتے ہیں کچھ ہمارا بھی جذبہ بن جاتا ہے پھر کسی کا جذبہ چوبیس گھنٹے باقی رہتا ہے، کسی کا ہفتہ بھر اور کسی کا ایک مہینے تک باقی رہتا ہے پھر لڑھک جاتے ہیں۔ جیسے گاڑی خراب ہو گئی ہو اسے چڑھائی پر چڑھاتے ہیں اور جب چھوڑتے ہیں تو پھر لڑھک کر نیچے آجاتی ہے اور اگر ٹائر کے نیچے پتھر رکھ دیں تو پھر نہیں لڑھکتی۔ تو ایک دو دن کی بات نہیں اس پر وقت لگتا ہے قلب کو قلب کہتے ہی اس لیے ہیں کہ یہ ادلتا بدلتا رہتا ہے کسی بات پر آتا ہے پھر ہٹتا ہے۔ یہاں تک کہ کرتے کرتے بالآخر جم جاتا ہے، اور جب جم جاتا ہے تو اس کے بعد جُدا ہی حالات شروع ہو جاتے ہیں۔ اسی کے لیے مسلسل جدو جہد اور کوشش ہے۔ ہمارا محاذ نہ تو دُنیا داروں کے خلاف ہے اور نہ ہی حکومتوں کے خلاف ہے، ہمارا محاذ تو نفس اور شیطان کے خلاف ہے۔ ساری خرابی ہی اس ظالم نفس میں ہے جس نے سارے حالات کو خراب کیا ہوا ہے۔ حضرت سلطان باھوؒ نے فرمایا کہ

لکھ ہزار کتاباں پڑھیاں، ظالم نفس نیں مرداھُو
باج فقیراں کسی نیں ماریا اے ظالم چور اندر داھُو

(ہم نے ہزاروں لاکھوں کتابیں پڑھ ڈالیں لیکن نفس کی اصلاح نہ ہوئی، سوائے فقراء کے کسی نے اندر کے اس ظالم چور کو نہ مارا)

اللہ والے آنکھ کے ایک اشارے میں فیوض و برکات کے دریا لُٹادیتے ھیں:

فرمایا کہ اخلاص والے لوگ ہدایت کے چراغ ہیں اُن کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ بڑے بڑے فتنوں کو دُور فرما دیتا ہے۔تذکرۃ الاولیاء میں حضرت بایزید بسطامیؒ کا تذکرہ ہے کہ آپؒ جا رہے ہیں دو نوجوان راستے میں کھڑے ہیں، ایک نوجوان نے ستار اُٹھایا ہوا ہے اور بڑے سُر میں اچھلتے کودتے، کبھی ٹیڑھے ہوکر اور کبھی سیدھے ہوکر بجا رہا ہے۔حضرت بایزیدؒ نے دیکھ کر **لاحول و لا قوۃ** پڑھی، تو نوجوان نے غصہ میں آکر ستار آپؒ کے سر پر ماردی اور آپؒ کو زخمی کر دیا۔مگر آپؒ کچھ نہیں بولے بلکہ خاموشی سے گھر واپس تشریف لے آئے اور اپنے خاص مُرید کو دو روپے دے کر بھیجا کہ فلاں نوجوان کو کہو کہ رات کو جس بوڑھے کے تم نے ستار ماردیا تھا اُنھوں نے دو روپے بھیجے ہیں کہ آپ کی طبیعت برہم ہوئی، اس کی دُرستگی کے لیے ایک روپے کا حلوہ لے کر کھالیں اور اگر کوئی چیز ٹوٹ گئی ہو تو ایک روپیہ میں اس کو دُرست کروالیں۔اس نوجوان نے پوچھا کہ وہ بوڑھا آدمی کون تھا؟ جواب ملا کہ وہ بایزید بسطامیؒ تھے اس نے کہا یا اللہ!...یہ وہ تھے! بہت ندامت ہوئی۔توبہ تائب ہوا اور ساری زندگی بدل گئی۔اللہ والے آنکھ کے ایک اشارے میں فیوض و برکات کے دریا لٹادیتے ہیں، تقریر کرنے والی بات نہیں ہوتی، تقریر کی ضرورت مجھے اور آپ کو پیش آتی ہے کیونکہ ہمارے پاس عمل نہیں اور باطن میں قوت نہیں ہے۔سید سلیمان ندویؒ کا شعر ہے:

؎ پلا دے ساغرِ سرشار مجھ کو وہ ساقی
خزاں کو ایک اِشارے میں جو بہار کرے
وہ اپنے کانوں سے سنتے ہیں میرے نالوں کو
وہ طرزِ نالہ ہو جو اُن کو بیقرار کرے

(کہ تیری میری خزاں ایک اِشارے میں بہار ہو سکتی ہے، وہ شخص حضرت بایزید بسطامیؒ کی ایک نظر سے بدل گیا، ''خزاں کو ایک اشارے میں جو بہار کرے'' کہ دو روپے بھیج کر اس کی زندگی بدل ڈالی، کوئی تقریر نہیں کی۔)

ایسے وقت میں اپنے نفس کو دیکھا کر جب ایسا حال تیرے ساتھ ہو تو اس وقت تیرا نفس کیا کہتا ہے؟ اگر اس وقت نفس بھڑکتا ہے تو سمجھ لے کہ اصلاح نہیں ہوئی، تعلق مع اللہ حاصل نہیں ہوا، ابھی تُو نفس کا ہی بندہ ہے۔ (جاری ہے)

فقہ حنفی میں سنت کی اہمیت (پہلی قسط)

(حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

فرمایا کہ سنت اس کو نہیں کہتے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محض ثابت ہو بلکہ سنت اس کو کہتے ہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل عادت رہی ہو اور آپ نے اس عمل کو بار بار کیا ہو، پھر وہ تسلسل اور کثرت خواہ حکم کی وجہ سے معلوم ہوا ہو یا بطور مشاہدہ اس تسلسل اور دوام کا علم ہوا ہو، جیسے تراویح کو سنت موکدہ یعنی تاکیدی سنت کہا جاتا ہے اور تاکید تسلسل پر موقوف ہے اور ظاہر ہے کہ اس پر تسلسل کا علم مشاہدہ سے نہیں ہوا بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص طور سے فرضیت کے خوف سے باقی ایام میں ترک کرنے کی وجہ بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ عمل کا تسلسل مطلوب تھا چنانچہ یہ تسلسل حکماً معلوم ہوا نہ کہ مشاہدہ سے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی امر کا منقول ہونا سنت ہونے کے لیے کافی نہیں بلکہ جو عادت غالب ہو وہ سنت ہے اور جو کسی وقتی ضرورت یا عذر کی وجہ سے صادر ہو گیا ہو وہ سنت نہیں۔

اقسامِ سنت:

اپنے حقیقی معنی اور صحیح مصداق کے لحاظ سے سنت وہ ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عبادت کیا ہو مگر جس کو آپ علیہ السلام نے بشری تقاضے یا طبعی عادت کی وجہ سے کیا ہو اسے سنن زوائد کہا جائے گا۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بال رکھنا بطور عادت کے ہے نہ کہ بطور عبادت، اس لیے افضل ہونے میں تو شبہ نہیں مگر اس کی اتباع نہ کر سکنے کو خلاف سنت نہیں کہا جائے گا۔

سنت دو قسم است، سنت عبادت و سنت عادت۔ مطلق لفظ سنت بر قسم اول اطلاق کردہ می شود، و استحقاق وعدہ ثواب و ترغیب بر آں ہمیں قسم منوط است۔ و قسم ثانی ہم خالی از برکت و دلیل محبت بودن نیست، لیکن مقصود جزء دین نہ باشد و اگر ایں قسم مخل امر باشد، از مقاصد دین در حق شود اورا از آن باز داشتہ شود۔

ترجمہ: سنت دو قسم پر ہے (۱) سنت عبادت (۲) سنت عادت۔ لفظ سنت جب عمومی معنی کے لحاظ

سے بولا جاتا ہے تو پہلی قسم مراد ہوتی ہے یعنی سنت عبادت، وعدہ ثواب اور ترغیب کا دارومدار بھی اسی پہلی قسم پر ہے۔ دوسری قسم بھی برکت اور دلیل محبت ہونے سے خالی نہیں، تاہم دین کا جزء نہیں ہے لہٰذا یہ دوسری قسم اگر کسی کے حق میں امر دین میں مخل ہو تو اس کو اس سنت سے روکا جائے گا۔ (ابن شائق عفا اللہ عنہ)

سنن زوائد و مستحبات کا حکم:

سنن زوائد و مستحبات کے متعلق یہ عقیدہ بنا ہوا ہے کہ اس کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں گناہ نہیں، اس لیے اس کے ناغہ ہونے کو سہل بات سمجھتے ہیں، حالانکہ نصوص میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن زوائد و مستحبات کا یہ حکم شروع کرنے سے پہلے پہلے تک ہے۔ مگر شروع کرنے کے بعد ان کا حکم بدل جاتا ہے۔ چنانچہ ایک حکم تو عین اس عمل کے انجام دیئے جانے کے وقت کے ساتھ مختص ہے اور ایک عام ہے جو دوران عمل کے ساتھ مختص نہیں۔ وہ یہ کہ جس مستحب کو معمول بنا لیا جائے اور کچھ عرصہ تک اس پر پابندی کر لی جائے اب اس کا ناغہ اور اہتمام چھوڑ دینا مکروہ ہے اور اس کی دلیل بخاری کی حدیث ہے جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

یا عبد اللّٰہ! لاتکن مثل فلان کان یقوم من اللیل ثم ترکہ.

ترجمہ: اے عبداللہ! اس شخص کی طرح نہ بنو کہ رات کو تہجد پڑھا کرتا تھا پھر اس عادت کو چھوڑ دیا۔

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی اس حالت پر ناگواری اور کراہت ظاہر فرمائی ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک مستحب کو معمول بنا کر ترک کر دینا مذموم و مکروہ ہے۔ (**قلت : و فیہ استحباب الدوام علی ما اعتادہ المومن الخیر من غیر تفریط، و یستنبط منہ کراھت قطع العبادۃ و ان لم تکن واجبۃ.**)

شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی محمد یعقوب کے ذریعے مولوی محمد اسماعیل صاحب کو کہلایا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو اس سے خوامخواہ فتنہ ہوگا۔ مولوی اسماعیل صاحب نے کہا کہ عوام کے فتنہ کا خیال کیا جائے تو پھر اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے؟ "**من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شھید.**"

ترجمہ: جس نے امت کے بگاڑ کے زمانہ میں ایک سنت کو زندہ کیا اس کو سو شہیدوں کے برابر ثواب ہوگا۔

اس کو سن کر عبدالقادر صاحب نے فرمایا ہم تو سمجھتے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہیں

سمجھا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ سنت کے مقابلے میں خلاف سنت عمل ہو اور جو صورت ہمیں درپیش ہے اس میں سنت کا مقابلہ خلاف سنت سے نہیں بلکہ دوسری سنت سے ہے کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے اسی طرح ترک رفع یدین بھی سنت ہے۔

سنت و بدعت کی بہترین تشریح:

جاننا چاہیے کہ خیر القرون کے بعد جو چیزیں ایجاد کی گئی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ کہ ان کا سبب داعی جدید ہے لیکن وہ موقوف علیہ کسی مامور بہ کی ہیں۔ (یعنی شریعت کا حکم اس پر موقوف ہے) کہ ان کے بغیر اس حکم شرعی پر عمل نہیں ہوسکتا، جیسے کتب دینیہ کی تصنیف و تدوین، مدرسوں اور خانقاہوں کا قیام۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان میں سے کوئی شے (موجودہ صورت میں) نہ تھی اور ان چیزوں کی ابتداء کا تقاضا جدید ہے نیز یہ چیزیں ایک شرعی حکم کی تکمیل کا ذریعہ اور واسطہ ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ سب کو معلوم ہے کہ دین کی حفاظت سب کے ذمے ضروری ہے۔ اس کے بعد سمجھئے کہ زمانہ خیریت (خیر القرون) میں دین کی حفاظت کے لیے ان وسائل محدثہ (جدید وسائل) میں سے کسی شے کی ضرورت نہ تھی۔ تعلق مع اللہ یا بالفاظ دیگر نسبت سلسلہ سے، نبوت کی برکت سے سب مشرف تھے۔ قوت حافظہ اس قدر قوی تھا کہ جو سنتے وہ سب پتھر پر لکیر کی مانند دل پر نقش ہو جاتا تھا، فہم ایسی عالی پائی جاتی تھی کہ اس کی ضرورت ہی نہ تھی کہ سبق کی طرح ان کے سامنے تقریریں کی جائیں۔ تقویٰ اور دین داری بھی غالب تھی۔

اس زمانہ کے بعد دوسرا زمانہ آیا، غفلتیں بڑھ گئیں، قویٰ کمزور ہو گئے، نفس پرستوں اور عقل پرستوں کا غلبہ ہوا، دین داری مغلوب ہونے لگی، علمائے امت کو قوی اندیشہ دین کے ضائع ہو جانے کا ہوا، پس ضرورت محسوس کی گئی کہ دین کی (اس کے تمام شعبوں سمیت) تدوین کی جائے۔ چنانچہ کتب دینیہ، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور عقائد میں کتابیں تصنیف ہوئیں اور ان کی اشاعت و ترویج کے لیے مدارس قائم کیے گئے۔ اسی طرح سلسلۂ نسبت تعلق مع اللہ کے اسباب کی تقویت و بقاء کی طرف عمومی میلان نہ ہونے کی وجہ سے مشائخ نے خانقاہیں بنائیں، اس لیے کہ بغیر ان چیزوں کے دین کی حفاظت کی کوئی صورت نہ تھی۔

پس یہ چیزیں وہ ہیں کہ سبب ان کا جدید ہے کہ وہ سبب خیر القرون میں نہ تھا اور یہ چیزیں مامور بہ یعنی حفاظت دین کا ذریعہ و سبب ہیں۔ پس یہ اعمال اگرچہ صورۃً بدعت ہیں لیکن حقیقت میں بدعت نہیں بلکہ حسب قاعدہ ''مقدمۃ الواجب واجب'' کسی واجب کا ذریعہ اور سبب بھی واجب ہوتا ہے۔ (جاری ہے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برد باری،عفوو در گزر اور صبر

(حضرت ابوالفضل قاضی عیاض اندلسی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب الشفاء سے انتخاب)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے؛خذ العفو و امربا لعرف و اعرض عن الجاھلین o

(الاعراف:۱۹۹)

ترجمہ:اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) عفواختیار کرواور نیکی کا حکم دیتے رہواور جاہلوں سے اعراض کرو۔

مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب اس آیت کا نزول ہواتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا،انہوں نے جواب دیا کہ ٹھہر جائیے !میں جاننے والے سے دریافت کرتا ہوں۔پھر آکر جواب دیا۔اے محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ عزوجل نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اس سے ملیں جو آپ کو چھوڑے،اسے دیں جو آپ کو محروم رکھتا ہواور اسے معاف فرمائیں جو آپ پر ظلم کرتا ہو۔

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برد باری اور صبر کے بے شمار واقعات نقل کیئے گئے ہیں۔بڑے سے بڑے حلم والے سے بھی ضرور(کبھی نہ کبھی) خطائیں سرزد ہوئیں اوراس نے غصہ کے عالم میں کوئی نہ کوئی فحش کلمہ منہ سے نکالا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنی اذیتیں پہنچائی گئیں،اتنا آپ کے صبراورقوت برداشت میں جلا ہوتا گیا۔جہلاء جتنے ستانے کی خباثت میں بڑھتے گئے اتنا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم بھی بڑھتا گیا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو کاموں میں سے ایک کام کواختیار کرنے کا کہا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اسی راستے کو اپنایا جونسبتاً آسان تھا بشرطیکہ وہ راستہ گناہ کی طرف نہ جاتا ہو،مبادا اگر کوئی گناہ کا کام ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے سب سے زیادہ کراہت فرماتے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس کو دی جانے والی تکالیف پرتو کبھی بھی کسی سے قطعاً انتقام نہیں لیا البتہ اگر کوئی حدود اللہ کی حرمت توڑتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے لیے اس سے انتقام لیتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے بددعا فرمائی اور ارشاد فرمایا: **رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا.** اے اللہ! زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑیو۔ اور اگر آپ بھی اسی کے مثل ہمارے لیے فرمادیتے تو ہماری آنے والی نسلیں بھی ہلاک ہوجاتیں۔ حالانکہ آپ کی کمر مبارک پر بوجھ ڈالا گیا۔ آپ کا چہرہ مبارک خون سے تر کر دیا گیا اور آپ کے دانت مبارک شہید کر دیئے گئے۔ لیکن آپ نے ہمیشہ ہمارے حق میں خیر ہی کے لیے دعا فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے، یہ لوگ مجھے نہیں جانتے۔ قاضی ابوالفضل عیاضؒ بیان کرتے ہیں کہ اس قول پر غور کرو کہ اس میں کس طرح فضیلت کے درجات اور احسانات، حسن خُلق، کرم النفس اور کمال درجے کے صبر وحلم کو جمع کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام تکالیف پر صرف خاموشی ہی اختیار نہیں فرمائی اور یہ نہیں کہا کہ (اے اللہ) انہیں معاف کر دے بلکہ ان پر شفقت اور محبت کا بھی اظہار فرمایا اور ان کے لیے دعا فرمائی اور اللہ عزوجل کے دربار میں ان کی یہ کہہ کر سفارش بھی کر دی کہ ''انہیں بخش دے یا انہیں ہدایت نصیب کر'' اور پھر میری قوم کا لفظ استعمال فرما کر اپنی شفقت ومحبت کی وجہ بھی بیان کر دی اور (ان کا) یہ عذر بھی بیان کر دیا کہ انہوں نے یہ سلوک فقط ناسمجھی وجہل کی وجہ سے میرے ساتھ روا رکھا، یہ جانتے نہیں۔

جب غورث بن حارث نے جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے آرام فرما تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا جس وقت کہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی آرام کر رہے تھے۔ وہ آیا اور تلوار نکال کر آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: بتاؤ اب تمھیں مجھ سے کوئی بچا سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ۔ یہ سن کر اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر پڑی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تلوار اٹھائی اور فرمایا: اب تم بتاؤ کہ تمھیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ اس نے کہا: آپ تو بہت اچھے معاف کرنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا اور معاف فرما دیا۔ اس شخص نے اپنی قوم میں آ کر لوگوں سے کہا: میں اس وقت تمھارے پاس سب سے بہتر انسان کے یہاں سے آرہا ہوں۔

آپ کے حلم وعفو کی بہترین مثال اس یہودی خاتون کے قصے میں بھی ملتی ہے جس نے بکری

کے گوشت میں زہر ملا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلا دیا تھا اور پوچھنے پر اپنے جرم کا اعتراف بھی کر لیا۔ صحیح روایات میں وارد ہے کہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔ لبید بن الاعصم (یہودی) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مواخذہ نہیں فرمایا باوجودیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اس قبیح حرکت کی اطلاع وحی کے ذریعہ کر دی گئی تھی اور اس کی ساری کاروائیاں کھل کر سامنے آ گئیں لیکن اس سے انتقام لینا تو درکنار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خفگی کا اظہار بھی نہ کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حاشیہ والی چادر اوڑھی ہوئی تھی کہ ایک بدو نے آ کر چادر پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھسیٹنا شروع کیا۔ اتنا گھسیٹا کہ چادر کا نشان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک گردن پر نظر آنے لگا، پھر اس نے کہا: میرے ان دونوں اونٹوں پر اس مال میں سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیا ہے مال لدوا دیجئے کیونکہ مجھے نہ اپنے مال سے دیں گے نہ اپنے باپ کے مال سے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بدو کی بات سن کر تھوڑی دیر خاموش کھڑے رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ مال تو اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، میں تو صرف اس کا ایک بندہ ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بدو! تم نے میرے ساتھ جو حرکت کی ہے اس کا تم سے بدلہ لیا جائے گا۔ اس نے کہا: ایسا نہیں ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیوں؟ اس نے جواب دیا اس لیے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سیئات (برائیوں) کا بدلہ برائیوں سے نہیں دیتے۔ یہ بات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے ایک اونٹ پر جو اور دوسرے پر کھجور لاد دئے جائیں۔

غرضیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کشادہ دلی، حلم و بردباری اور صبر و تحمل کے حالات سے مطابقت رکھنے والی احادیث اتنی کثرت سے وارد ہوئی ہیں کہ انہیں یہاں جمع کرنا ہمارے بس میں نہیں۔

(انتخاب محمد الطاف حسین صاحب)

☆☆☆☆☆☆☆

حضور ﷺ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عیادت کرنا

(امام ابوحامد محمد الغزالیؒ کی کتاب احیاء العلوم سے انتخاب)

حضرت عمران ابن حصینؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نظروں میں میری ایک منزلت اور حیثیت تھی۔ ایک مرتبہ آپؐ نے مجھ سے فرمایا اے عمران! ہمارے نزدیک تمہارا مرتبہ اور وجاہت ہے، کیا تم ہماری بیٹی فاطمہؓ کی عیادت کے لئے چلنا پسند کروگے؟ میں نے عرض کیا آپؐ پر میرے باپ قربان ہوں یا رسول اللہ ﷺ! میں ضرور چلوں گا، راوی کہتے ہیں کہ آپؐ کھڑے ہوئے، میں بھی اُٹھا، آپؐ نے فاطمہؓ کے گھر کے دروازے پر پہنچ کر دستک دی اور فرمایا السلام علیکم! کیا میں اور میرے ساتھی اندر آسکتے ہیں؟ فاطمہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ کے ساتھ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا عمران ابن حصینؓ، فاطمہؓ نے عرض کیا اُس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو نبی برحق بنا کر مبعوث کیا ہے۔ میرے بدن پر ایک عبا کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے اچھی طرح بدن ڈھانپ لو۔ فاطمہؓ نے عرض کیا میں جسم تو اس سے چھپالوں گی مگر سر پر کیا ڈالوں۔ آپؐ نے اُن کی طرف اپنی ایک پرانی چادر پھینکی اور فرمایا کہ اس سے اپنا سر باندھ لو۔ حضرت فاطمہؓ نے چادر لے کر سر ڈھانپا اور ہمیں اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔ آپؐ اندر تشریف لے گئے اور حضرت فاطمہؓ کو سلام کیا اور اُن کی خیریت دریافت کی۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے جسم میں درد ہے اور اِس درد میں بھوک نے اضافہ کردیا ہے۔ مجھے اتنا کھانا میسر نہیں کہ پیٹ بھر سکوں، بھوک نے مجھے نڈھال کردیا ہے، آپ ﷺ یہ سن کر رونے لگے اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا بیٹی! غم نہ کر بخدا میں نے بھی تین روز سے کھانا نہیں کھایا حالانکہ اللہ کے یہاں میرا رتبہ تجھ سے زیادہ ہے، اگر میں درخواست کرتا تو وہ مجھے کھلا دیتا لیکن میں نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے اُن کے شانے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا تجھے بشارت ہو تو اہلِ جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے پوچھا کہ اگر میں جنت کی عورتوں کی سردار بنی تو فرعون کی بیوی آسیہؓ، مریمؑ بنت عمران، خدیجہؓ کہاں گئیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ آسیہؓ، مریمؑ اور خدیجہؓ سب اپنے اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہوں گی اور تم اپنے دور کی عورتوں کی سردار ہو، تم ایسے مکانوں میں رہوگی جو زبرجد کے بنے ہوئے ہوں گے، نہ اُن میں شور وغل ہوگا اور نہ رہنے والوں کو کسی طرح کی پریشانی ہوگی۔ (باقی صفحہ ۲۰ پر)

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے

(ماہنامہ الدعوۃ اِلی اللہ، اپریل: ۲۰۰۸ء سے ظہور الٰہی فاروقی صاحب کا انتخاب)

ہادئ برحق، محسنِ انسانیت، عظمت البشر، افضل الانبیاء، ختم الرسل، سرکارِ دو عالم جناب حضرت محمد ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مرتبہ تندور میں روٹیاں لگا رہی تھیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اپنی لختِ جگر سے فرمایا: فاطمہؓ! ایک روٹی میں بھی لگا دوں؟ چنانچہ آپ ﷺ نے بھی ایک روٹی بنائی اور فرمایا کہ تندور میں لگا دو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ روٹی تندور میں لگا دی۔

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روٹیاں لگا کر فارغ ہوگئیں تو کہنے لگیں......ابا جان! سب روٹیاں پک گئی ہیں مگر ایک روٹی ایسی ہے کہ جیسے لگائی تھی ویسی ہی لگی ہوئی ہے، اس پر آگ نے کوئی اثر نہیں کیا۔ نبی کریم ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ جس آٹے پر میرے ہاتھ لگ گئے ہیں اس پر آگ اثر نہیں کرے گی۔ **سُبحان اللہ!**

اسی طرح ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر گیا۔ میں کھانا کھا رہا تھا، اُنہوں نے اپنی باندی سے کہا: جاؤ تولیہ لاؤ۔ جب وہ تولیہ لائی تو دیکھا کہ میلا کچیلا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے غصے سے دیکھا اور فرمایا کہ جاؤ، اسے صاف کر کے لاؤ۔ وہ بھاگی اور تولیہ کو تندور میں ڈال دیا۔ کچھ دیر بعد نکالا تو وہ صاف ستھرا ہو گیا تھا۔ میں یہ سب دیکھ کر حیران ہوا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارے گھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، اُنہوں نے اس تولیہ سے ہاتھ صاف کیے تھے۔ اس کے بعد اس تولیہ کو جب تندور میں ڈالتے ہیں، آگ اس کے میل کچیل کو کھا جاتی ہے اور تولیہ صاف ہو جاتا ہے۔

یہ تو تھیں لمس نبوی ﷺ کی برکات، اب ذرا سوچئے کہ جس جسم میں طریقۂ محمدی ﷺ نقش ہو جائے، جس دِل میں لا الہ الا اللہ سما جائے اور جس جسم پر طریقۂ محمد رسول اللہ ﷺ آ جائے وہ کس قدر خوش نصیب ہے اور انشاء اللہ وہ یقیناً جہنم کی آگ سے آزاد بھی ہے۔ جب یہ بے جان چیزیں لمس نبوی ﷺ کی برکت سے دُنیا کی آگ سے محفوظ ہوگئیں تو یہ اشرف المخلوقات......انسان سنن نبوی ﷺ کی برکات کی بدولت جہنم کی آگ سے کیوں آزاد نہیں ہوگا۔ اور اس سے بھی زیادہ خوش نصیب وہ ہیں جو نہ صرف اپنے آپ کو محمدی بنانے کی کوشش میں ہیں بلکہ اوروں کو بھی عشقِ رسالت کا جام پلانے میں مصروف ہیں۔ اللہ ربّ العزت پورے عالم کے انسانوں کو سنن رسول اللہ ﷺ کے سانچے میں ڈھال دے۔ آمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم٥

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ٥ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ٥ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ٥ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ ٥ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ ٥ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم٥

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ٥ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ٥ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ٥ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ ٥ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ ٥ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

[نوٹ: بندہ کے متعلقین میں سے کچھ حضرات بندہ کے لیے سرمایۂ آخرت ہیں۔ انہیں میں سے جناب شبیر احمد صاحب کاکاخیل اور مفتی شوکت صاحب بھی ہیں۔ ہر دو حضرات کو دین کے مختلف موضوعات کے بارے میں تحقیق کرنے کا انتہائی انہماک حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جذبے کو قبول فرمائے اور ان کی آخرت کی سرخروئی کا ذریعہ بنائے۔ اوقات اسلامی کے بارے میں دونوں نے خوب عرق ریزی سے کام کیا اور اپنے اپنے مقالات اشاعت کے لیے رسالہ ''غزالی'' کو بھیجے۔ یہ مقالے قسط وار شائع ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع حاصل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

[ڈاکٹر فدا محمد]

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جہری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔

پہلے درجہ میں صرف سو بار **لاالٰہ الا اللّٰہ**، سو بار **الااللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الٰہ الااللّٰہ** دو سو بار، **الااللّٰہ** چار سو بار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سو بار، **اللّٰہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدْحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور رہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے

کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی
بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی

جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی

کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام و طعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُو لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍمِّنْ طِیْنٍ oثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍمَکِیْنٍ oثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَعَلَقَۃًفَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَمُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَعِظٰماًفَکَسَوْنَاعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقاً اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ oرَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ oرَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًاوَّ اَنْتَ خَیْرُالْوَارِثِیْن oرَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثاوَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرًا ط اِلٰھِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُو لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍمِّنْ طِیْنٍ oثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍمَکِیْنٍ oثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَعَلَقَۃًفَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَمُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَعِظٰماًفَکَسَوْنَاعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقاً اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن oرَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْن oرَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًاوَّ اَنْتَ خَیْرُالْوَارِثِیْن oرَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثاوَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرًا ط اِلٰھِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام۔

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہوجائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئیؒ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جہری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار **لاالٰہ الا اللّٰہ**، سو بار **الا اللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الٰہ الا اللّٰہ** دو سو بار، **الا اللّٰہ** چار سو بار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سو بار، **اللّٰہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو

بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کر سکتا ہے، رسول کا انکار کر سکتا ہے آخرت کا انکار کر سکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کر سکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی　　موت آنی ہے آکر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی　　کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا　　وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحب ؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا　　دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا　　پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہر حال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام و طعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی

اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆